رئیس احمد جعفری

تاثرات

قومیت اور اسلامیت

تاریخ کا یہ بھی کتنا بڑا المیہ ہے کہ اسلام نے جن چیزوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا تھا مسلمانوں نے خون جگر سے ان کی آبیاری کی اور شجر سایہ دار بنا کے دم لیا۔

اسلام میں بادشاہت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن وہ مسلمان ہیں جو اب تک ظل اللہیت کا پرچم اٹھائے ہوئے ہیں۔ دنیا جب آمریت اور قیصریت کے پنجہ میں جکڑی ہوئی تھی اسلام نے جمہوریت کا نعرہ بلند کیا، لیکن آج مسلمان جمہوریت سے کتنے دور ہیں اسے کون نہیں جانتا؟ دنیا میں پاپائیت اور برہمنیت (Priesthood) کا سکہ رواں تھا، اسلام نے اس سکۂ رائج الوقت کو منسوخ کر دیا۔ عبد اور معبود کے درمیان کسی واسطے کو تسلیم نہیں کیا، لیکن مسلمانوں نے از سرِ نو اس متروک کو روزمرّہ بنا لیا، اور دنیا نے حیرت سے دیکھا کہ " ماندیتاں پیچتے ہیں کعبہ کے برہمن!"۔ تعقّل، تفکّر اور تدبّر یہ وہ چیزیں تھیں جن کا حصارِ مذہب میں داخلہ ممنوع تھا۔ اسلام نے سب سے زیادہ زور انہی چیزوں پر دیا، اور اجماع و اجتہاد کو لازمۂ تفقّہ قرار دیا، لیکن مسلمانوں نے اس پر عمل اس طرح کیا کہ اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا، اور اس شان سے بند کیا کہ گویا " شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم"۔ دنیا اونچ اور نیچ کے پھندے میں گرفتار تھی، کچھ نسلیں تھیں جو برتر تھیں، باقی نسلیں کمتر اور فروتر تھیں، جو برتر تھے وہ کمتر اور فروتر لوگوں پر آقایانہ اقتدار و اختیار رکھتے تھے، اور انھیں اپنے قریب نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ اسلام نے اس زعم باطل کا بت چکنا چور کر دیا، اور مساوات انسانی کا پیام دیا۔ بزرگی کا مدار صرف تقویٰ قرار پایا۔ مگر مسلمانوں نے تھوڑے ہی عرصے بعد، اسلام کے چکنا چور

کیے ہوئے بت کو پہلے سے زیادہ شاندار اور نظر فروز بنا دیا۔ بلکہ اپنی مسیحا نفسی سے اسے حیاتِ نو عطا فرما دی۔ اسلام نے ہر طرح کے طبقاتی، قومی، ملّی، ملکی اور نسلی تعصب کو غلط قرار دیا، اور صاف الفاظ میں اعلان کر دیا کہ عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ لیکن مسلمانوں نے تعصبات نسلی و قومی کے ویرانے کو پھر سے چمن بے خزاں میں تبدیل کر دیا، اور آج تک بڑی ریاضت سے اس کی آبیاری میں مصروف و منہمک رہے۔

یہ تو عام مسلمانوں کی حالت ہوئی!

لیکن جہاں سے اسلام کا پیام دنیا کے کونے کونے میں پہنچا تھا، آج وہ خطّہ ــــ عرب ــــ بھی بدترین تعصب کا شکار ہے۔ اسے اسلام کی اتنی فکر نہیں ہے جتنی عربیت کے تحفظ و بقا کی۔ وہ مسلمان بعد میں ہے، عرب پہلے ہے۔ چند سال ہوئے مصر سے مشاہیر اسلام پر ایک سلسلۂ کتب "اعلام الاسلام" کے نام سے شایع ہوا تھا۔ حال میں اس سلسلۂ کتب کا تازہ ایڈیشن نظر سے گزرا تو اسلام غائب تھا، عرب نے اس کی جگہ لے لی تھی، یعنی "اعلام العرب" یہ معمولی سا لفظی تغیر کتنی بڑی داستانِ عبرت اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے۔ جب عربوں کا یہ حال ہے تو دوسروں سے کیا گلہ؟ "یالیتنی متّ قبل ھذا وکنت نسیا منسیا!"

دنیا کے تمام مسلمان ممالک آزاد ہو چکے ہیں۔ نہ وہ ترکوں کے ماتحت ہیں نہ انگریزوں کے غلام۔ نہ فرانسیسی استبداد کے شکار نہ اطالیہ کی قہرمانیت کے ہدف، نہ ولندیزیوں کے تابعدار۔ وہ اپنی قسمت کے آپ مالک ہیں۔ جو چاہا کیا، جو چاہیں کریں، جو چاہیں کر سکتے ہیں، کوئی انھیں روکنے والا اور ان پر حکم چلانے والا نہیں ہے۔ جب تک وہ غلام تھے، سامراجی اور استعماری قوتوں کے محکوم تھے۔ سانس بھی اپنی مرضی سے نہیں لے سکتے تھے۔ اب وہ اپنے سابق آقاؤں کی جائدادیں ضبط کر سکتے ہیں۔ املاک کو "قومیا" سکتے ہیں۔ ان کے سرمایہ کاروں اور صنعت کاروں کو خارج البلد کر سکتے ہیں۔ ان کے ہوٹلوں، کمپنیوں، فرموں اور کارخانوں کو اپنے قبضے میں لے سکتے ہیں۔ دنیا کے جس ملک سے چاہیں سفارتی تعلقات قائم، اور جس سے مرضی ہو منقطع کر سکتے ہیں۔

ہر اعتبار سے آزاد اور خود مختار رہیں۔ لیکن کیا بات ہے کہ غلامی کے دور میں یہ "پان اسلام ازم" کے سب سے بڑے علمبردار تھے اور آزاد ہونے کے بعد یہ قومیت کی تنگنائے میں محصور ہو کر رہ گئے، اور اسے بھول گئے کہ ان کی قومیت اسلام اور صرف اسلام ہے ـــــ اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے! " اسے بھی فراموش کر گئے کہ دنیا میں "قومیت" کی جو ارضی اور نسلی بنیاد ہے وہ اسلام کی نفی ہے " جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے "۔ پھر حیرت کیوں ہے، اگر دنیا کی ساری آزاد اسلامی مملکتیں مل کر بھی اسلام کے لیے کچھ نہیں کر سکتیں۔ یہ تو ہونا ہی چاہیے تھا جو ہو رہا ہے فیا للاسف۔

اسلام کو اگر اس کے اصلی آب و رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تو کوئی شبہ نہیں دنیا کا آئندہ مذہب صرف وہی ہوگا۔ لیکن ہمارے آزاد اسلامی ممالک کو اسلام کی تبلیغ سے اتنی دلچسپی نہیں ہے جتنی اپنی قومیت اور وطنیت کے عروج و فروغ سے ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں اسلام کو غالب ہونا چاہیے تھا آج وہاں وہ کس مپرسی کے عالم میں ہے۔ حالی مرحوم نے ہندوستان میں مسلمانوں کی زبوں حالی، اور اسلام سے عملی اور فکری طور پر مسلمانوں کے کمزور تعلق کو دیکھ کر فریاد کے لہجے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا:

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

وہ "عجب وقت" کیا تھا؟ اسے بھی حالی نے بتایا ہے:

جو دین کہ نکلا تھا بڑی شان سے وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

لیکن خود اس کے "وطن" والوں نے اس کا کیا حال کر رکھا ہے؟ یہ دیکھنے کے لیے اگر حالی زندہ رہ گئے ہوتے تو ایک دوسرا "مسدس مدّ و جزر اسلام" کہنے پر انھیں مجبور ہو جانا پڑا ہوتا۔

ضرورت ہے کہ ایک موتمر عالم اسلام جلد از جلد کسی اسلامی ملک میں منعقد کی جائے جس کی

غرض وغایت صرف یہ ہو کہ مسلمانوں کو اور خاص طور پر عرب مسلمانوں کو صرف اسلام کے نام پر اجتماع اور وحدت کی دعوت دی جائے۔ سیاسی اغراض و مقاصد کے لیے بہت سی کانفرنسیں مختلف ممالک میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہیں۔ ان کا سلسلہ شوق سے جاری رہے۔ لیکن ایک مرکزی تنظیم کا وجود بسا ضروری ہے جو مسلمانوں کو ایک رشتے میں پروئے رکھے۔ اور ان میں یہ جذبہ پیدا کر دے کہ وہ نہ مصری ہیں نہ شامی، نہ یمنی نہ حجازی، نہ افریقی نہ ہندوستانی، نہ افغانی نہ ایرانی، نہ پاکستانی نہ انڈونیشی، نہ ملائی نہ چینی، صرف مسلمان ہیں اور اس فخر کے مقابلہ میں دوسرے ہر طرح کے انتساب کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ بنڈونگ کانفرنس میں عرب ممالک کی ذہنیت اور زیادہ بے نقاب ہو گئی ہے لہذا ان میں تبلیغِ اسلام کی ضرورت بھی بہت زیادہ ہے!